﴿دعوت کا عظیم الشان کام اپنے اصلی نہج پر قائم رہے﴾

ایک تجزیہ......ایک فکر

از: حضرت مولانا محمد ابراهیم دیولا صاحب مد ظله

مقام: بنگلہ والی مسجد, حضرت نظام الدین, نئی دہلی

جنوری ۲۰۱۱ء

ملک کے پرانوں میں

معہ کچھ متفق علیہ حقائق

پیش کردہ: www.attablig.com

email: attablig@yahoo.com

دعوت کا عظیم الشان کام اپنے اصلی نہج پر قائم رہے

ایک تجزیہ......ایک فکر

حضرت مولانا محمد ابراہیم دیولا صاحب کا ایک بہت ہی جامع بیان

قرآن وسنت وسیرت صحابہ کی روشنی میں اکابر علماء کے شروع کردہ دعوت کے عظیم الشان کام کو اپنے اصلی طرز پر باقی رکھنے کی کوشش دنیا بھر کے علماء کی ذمہ داری ہے۔

☆ دعوت کا عظیم الشان کام راسخین فی العلم والذکر علماء ربانیین کی نگرانی میں ہوتا رہا ہے۔

☆ دعوت کا عظیم الشان کام اپنی اپنی اِصلاح کی اولین نیت ومقصد سے ہوتا رہا ہے۔

☆ دعوت کے عظیم الشان کام کا دائرہ کار بنیادی چھ اہم صفات ہی کو سیکھنا سکھانا رہا ہے

☆ دعوت کے عظیم الشان کام میں تمام دینی شعبوں وصلاحیتوں کی قدر دانی ہوتی رہی ہے

☆ دعوت کا عظیم الشان کام اوروں پر تنقید واعتراض' تردید وتقابل سے پاک رہا ہے۔

☆ دعوت کے عظیم الشان کام میں دعوے اور غلو نہیں' اعتدال اور میانہ روی والا طرز رہا ہے

☆ دعوت کا عظیم الشان کام تَحَزُّبْ تفرقہ پارٹی بازی اور تعصب سے پاک رہا ہے۔

☆ دعوت کے عظیم الشان کام کے ذریعہ اِسلامی معاشرت کے قیام پر زور دیا جاتا رہا ہے

☆ دعوت کے عظیم الشان کام کے نہج کی حفاظت' کام کرنے والوں کے تقویٰ سے ہوتی رہی ہے

☆ دعوت کے عظیم الشان کام میں انفرادیت نہیں' اجتماعیت کی بات تسلیم کی جاتی رہی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ......

(چند جملوں کے بعد ارشاد فرمایا) :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت' آپؐ کا دنیا میں آنا اور آپؐ کی تعلیم' آپؐ کی رسالت ونبوّت یہ بارش کے پانی کی طرح سے ہے۔ یہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بارش کے پانی کی طرح سے ہے **مثل ما بعثنی اللہ من العلم و الھدی کمثل غیث** کہ بارش کے پانی کی طرح سے ہے یہ۔ اور بارش کا پانی جو ہوتا ہے وہ برکت والا یعنی کثرت سے نفع دینے والا اور ہر چیز کو زمین سے اگانے والا۔ ایسے ہی یہ۔ دین' دین کی محنت۔ دین کے لئے دین کی محنت ہوتی ہے 'محنت کے لئے محنت نہیں ہوتی ہے۔ دین کے لئے محنت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ محنت بھی مبارک ہے' جس طرح دین مبارک ہے۔ دین بھی حق ہے' محنت بھی حق ہے۔ کیوں کے محنت بھی اسی کے لئے ہو رہی ہے کہ دین زندگیوں میں آوے۔ اس لئے اس محنت کی اللہ کے یہاں قدر ہے اور اس کے اثرات وثمرات پیدا ہوتے ہیں۔

ہم کرنے والوں کو اس کے سمجھنے کی بھی ضرورت ہے کہ اس کے اندر مضر اثرات نہ پیدا ہوں۔ دیکھو! ہر چیز میں مضر اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ لکڑی کا کیڑا لکڑی کھا جاتا ہے' پھل کا کیڑا پھل کھا جاتا ہے' اناج کا کیڑا اناج کو کھا جاتا ہے پھر وہ اگنے کے لائق نہیں رہتا گھن لگ گیا ۔ کپڑوں کے کیڑے' گرم کپڑوں کے کیڑے یہ ہوتے ہیں اس سے بچا جاتا ہے۔ اس کی دوائیں لائی جاتیں ہیں' چھڑکی جاتیں ہیں تاکہ وہ جراثیم جو ہیں اس سے یہ چیز محفوظ رہے۔ جی ہاں ! اور اس کو زیادہ پائیدار بنانے کی تدبیریں کی جاتیں ہیں کہ زیادہ دیر رہے'

اسے کوئی کیڑا' کوئی دوسری چیز نہ لگے' اسے کوئی ہوا نہ لگے۔

جس طرح محنت کرنی ہے اور کام آگے بڑھانا ہے اس کی حفاظت بھی کرنی ہے۔اس پہلو سے ہماری آنکھیں بند نہ رہیں کہ کون سے کیڑے لگتے ہیں اس کو اور کیسے یہ پائیدار رہے گا؟ اس پر عام طور پر توجہ نہیں ہوتی۔(یوں کہا جاتا ہے) کہ کام کرو اور آگے بڑھو۔ یہ تو ٹھیک ہے۔پھر جو دوسرے اثرات پیدا ہوں گے اس کا کیا کرنا؟ اور اس کے لئے کونسی دوا ہے' جوان کیڑوں سے بچاوے؟ تو میرے بھائیو! ایک تو ہمیں اس کے لئے تقوی دیا گیا ہے۔ہاں !تقوی دیا گیا ہے: جراثیم مارنے والی دوا اینٹی بایوٹک antibiotic۔اینٹی بایوٹک ہے یہ تقوی۔حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں تم میں سب سے زیادہ تقوی والا ہوں۔ہاں !کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ جی ہاں! یہ ضروری ہے اور اس کام کی خاصیت بھی یہ ہے کہ اگر یہ صحیح طریقہ سے چلا تو یہ دلوں میں اللہ کا ڈر اور تقوی پیدا کراتا ہے اور یہی اس کی حفاظت کا سامان ہے اور یہی مدد کا ذریعہ بھی ہے۔اور اسی سے یہ ٹکے گا' کام۔کہ جو کرنے والے ہیں وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ہاں! اپنے نفس سے بے فکر نہیں ہیں۔بلکہ اپنے نفس کی شرارتوں سے وہ بچنے والے ہیں اور اللہ کے حدود پر قائم رہنے والے ہیں۔جب یہ چیز باطن کے اندر پیدا ہو جاتی ہے تو سمجھو کہ اس کا جراثیم مارنے والا ایک نسخہ آ گیا *اس کا اینٹی بائیوٹک antibiotic۔جی ہاں۔اسی لئے حضور ﷺ کی دعاؤں میں تقوٰی مانگا گیا ہے۔ہاں۔کہ اس سے زیادہ احتیاط والی کوئی چیز نہیں' تقوی' یہ تقوی والا حرام سے بھی بچے گا، اور مشتبہات سے بھی بچے گا، اور شک والی چیزوں سے بھی بچے گا، اور دوسروں کے حقوق کے بارے میں بھی پرہیز کرے گا۔کہ یہ اس کا اینٹی بایوٹک antibiotic ہے۔نہیں تو اس کو جراثیم لگیں گے۔ہاں! اسے جراثیم لگتے ہیں ۔

ایک ہمارے بڑے بزرگ تھے' مولانا احمد علی صاحب لاہوری' مفسر تھے۔انہوں نے مولانا یوسف سے فرمایا: مولوی یوسف! تمہارا کام بہت بڑا ہے لیکن اس کو خطرہ تَحَزُّبُ سے ہے' اس کو خطرہ تحزب سے ہے۔ تَحَزُّبُ کے معنی ہیں تفرقہ' پارٹی بازی۔کہ یہ اس کے جراثیم ہیں۔یہ کیڑے لگتے ہیں اس کو۔جی ہاں! کہ اس کو خطرہ اس سے ہے۔یہ انہوں نے آگاہ کیا اور بھی چیزیں ہیں کہ یہ ہوگا۔

اورحضرت عمرؓ ایک بات یہ فرماتے تھے کہ دیکھو! لوگوں سے فرماتے تھے کہ **لا تزھدوا فی التحبب** ۔لوگوں کے محبوب بننے کے بارے میں بے پرواہ مت رہو۔ایسے رہو کہ لوگ تم سے محبت کریں' لوگ تمہیں اپنا محبوب بناویں' ایسے رہو' اس سے بے پرواہ نہ رہو۔ ہاں! کیوں؟ کہ محبت بہت بڑی طاقت ہے۔ بہت بڑی طاقت ۔اللہ تعالی نے انصار میں محبت ڈال دی' دشمنی کھینچ کر کے۔ان کی دشمنیاں کھینچ لی اوران میں محبت ڈالی۔ کہ تم کو ہم نے بھائی بنا دیا: اللہ کہتے ہیں ۔اورتم ہماری اس نعمت دین سے بھائی ہوگئے ۔ہاں! یہ خصوصی نعمت ہوتی ہے۔اس کے مقابل میں خصوصی سزا بھی ہوتی ہے۔

پہلی امتوں کے بارے میں یہ آیا ہے کہ جب انہوں نے اپنے آپ کو اصل اصول پر باقی نہیں رکھا تو ہم نے ان کے دلوں میں عداوتیں ڈال دی' ان کے دلوں میں دشمنیاں ڈال دی۔اندرونی سزا ہے یہ اندرونی سزا کہ ان کے دلوں کو پھاڑ دیا۔اب ان کے دلوں میں غیظ ہے' غضب ہے۔ یہ ہوگیا۔ یہ جراثیم آئے۔ جی ہاں! اب اس کی روحانیت نہیں رہے گی۔اس کام کی روحانیت اب نہیں رہے گی۔ چنانچہ ان میں نفسانیت آئی' کیوں کہ کیڑے لگ گئے تو نفسانیت آئی۔اس نفسانیت کے اثر سے دوسری سزا ان کو یہ ملی کہ اللہ نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا' بس! دل سخت ہوگئے' دودھ پھٹ گیا۔اب کسی کام کا نہیں۔

تو ہمیں پہلی امتوں کا حال بتایا ہے۔کیوں بتایا؟ اس لئے بتایا کہ ان کو قیامت تک رہنا ہے۔اس امت کو اللہ تعالی قیامت تک رکھیں گے اس کو کوئی فنا نہیں کر سکے گا۔ہاں یہ دعا قبول ہوئی ہے کہ میری امت فنا نہیں ہوگی۔ان پر مصیبتیں آویں گی' لیکن یہ فنا نہیں ہوگی' یہ باقی رہے گی' فنا نہیں ہوگی۔اس امت کو باقی رہنا ہے۔اس کے کیا کیا امراض ہیں؟ کیا کیا علاج ہیں؟ وہ اس کو بتا دیا گیا ہے۔پہلی امتوں کے قصّے بھی ان کو اسی لئے سنائے کہ پہلی امت کے تاجر ایسے تھے' پہلی امت کے زمین دار ایسے تھے' پہلی امت کے کارخانے دار ایسے تھے۔اوران میں یہ بیماری پیدا ہوئی تو یہ ہوا' یہ ہوا تاکہ ان میں یہ بات نہ آوے اوران کا کام صاف ستھرا رہے اور نتیجہ دیتا رہے۔تو یہ فرماتے تھے حضرت عمر کہ اس سے بے پرواہ نہ رہو۔کس سے؟ کہ لوگوں کا محبوب بننے سے' بلکہ کوشش کرو کہ لوگ تم سے محبت کریں۔

محبت کا ایک طریقہ تو خوشامد کا ہے' وہ نہیں ۔ وہ نہیں ۔ وہ تو کمینہ پن ہے' ہاں میں ہاں ملا وے ۔ کہ نہیں ۔ کہ جب آدمی حق پرست ہوگا تو اللہ اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالیں گے ۔ یہ حدیثوں میں ہے ۔اللہ پہلے جبرئیل کو کہیں گے پھر فرشتوں میں پھر نیچے زمین پر اس کی محبت اترے گی ۔ جی ہاں! کیوں کہ یہ حق پرست ہے' اسکے سامنے حق ہے' اسکے سامنے آخرت ہے تو منجانب اللہ یہ چیز ہوگی ۔

تو حضرت عمر یہ ہدایت دیتے تھے کہ تم لوگوں کے محبوب بننے کے بارے میں کوتاہی نہ کرو' ایسے رہو کہ لوگ تم سے محبت کریں ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بہت سخت تھے' جب وہ خلیفہ ہوئے' حضرت ابوبکرؓ نے ان کا نام طے کر دیا کہ میرے بعد عمر جو ہے' وہ رہے گا ذمہ دار' خلیفہ اور میں نے اس کو یہ نصیحتیں کی ہیں' یہ نصیحتیں کی ہیں' سب کو بتا دیا ۔ اور پھر اگر یہ عمل نہ کرے تو یہ جانے اور آیت پڑھی: **و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون** ۔ کہ ظالموں کو پتہ چل جائے گا کہ کس کروٹ یہ پلٹے جائیں گے ۔ ہاں! یہ آیت بہت سخت ہے ۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ آیت عابدوں کو ڈرانے والی ہے' گنہگاروں کو نہیں ۔ عابدوں کو ڈرانے والی ۔ پتہ چلے گا کہ کس کروٹ پر ڈالے جاؤ گے ۔ جی ہاں! اس لئے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی ۔ بعد کے صلحاء اور نیک لوگ جو ہیں یہ آیت پڑھتے تھے' ایک دوسرے کو ڈرانے کے لئے کہ سیدھے رہو ورنہ پتہ چل جائے گا ۔

تو سخت تھے' جب ان کی خلافت ہوئی تو لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بند کر دیئے کہ یہ تو بہت سخت آدمی ہے' خوفناک آدمی ہے ۔ تو دروازے بند کر لئے ۔ یہ سیرت میں لکھا ہوا ہے ۔ پھر انہوں نے اپنا کام شروع کیا ۔ خلافت کی ذمہ داری پوری کی ۔ دس برس گذرے خلافت پر' تو کام کیا' اور کام کرایا ۔ راستے کھولے ۔ ہاں! ہدایت کے بھی راستے کھولے' راحت کے بھی راستے کھولے ۔ کتنے راحت کے راستے کھول دئے لوگوں کے لئے' اور ہدایت کی راہیں کھول دی کہ جنگلوں میں رہنے والے بھی قرآن پڑھتے تھے اور قرآن سیکھتے تھے جنگلوں میں ۔ ہم تو تعلیم کے حلقے گھروں میں ہوں کی بات کر رہے ہیں' وہ جنگلوں میں پڑھتے اور سیکھتے تھے ۔ کلمہ کو اتنا پھیلایا' خوب پھیلایا ۔ دس برس تک ۔ پھر جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں کو اتنا صدمہ ہوا' اتنا صدمہ ہوا کہ لوگ کھانا نہیں کھا سکتے تھے ۔ یوں محبت کا اثر بیٹھا ۔ ویسے تو سخت تھے ۔ لیکن دلوں میں کتنی محبت؟ کہ جدائی

پر لوگوں کا کھانا ہی بند ہو گیا کہ امیر شہید ہو گئے۔ تو بعض صحابہ تو دھاڑیں مار مار کر روتے تھے۔ صہیب رومی وغیرہ تو بہت روتے تھے دھاڑیں مار مار کر۔ اور عام مجمع' کہ ان سے کھانا نہیں کھایا جاتا تھا۔ جنگلوں میں سے جناتوں کے رونے کی آواز آتی تھی۔ یہ محبت عام کر دی تھی اللہ نے، کہ جن روتے تھے جنگلوں میں۔ جی ہاں! کیوں کہ وہ اس کی دعوت دیتے تھے کہ لوگوں کے محبوب بنو؛ ہاں! کہ اللہ کا کیا حق ہے، لوگوں کا کیا حق ہے کہ اس کو جان کر کے کام کرنا۔ تو اللہ اوپر سے محبت کرے گا تو اللہ کی مخلوق محبت کرے گی۔ ہاں۔ پھر انصاف والے ہوں گے' یہ احسان والے ہوں گے، یہ تقوے والے ہونگے۔ جی ہاں! یہ تقوے والے ہوں گے۔ اس لئے ان کی محبت ڈال دی جاتی ہے، اس لئے ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں کہ اللہ سے کوئی چیز مانگیں گے پھر اللہ انہیں دیں گے کیوں کہ اللہ کے در پر ان کا مقام ہے' ان کا درجہ ہے تو ان کو وہ چیز دی جائے گی۔ یہ ان کی مقبولیت ہے۔ تو یہ ہے اصل چیز، کام کے ساتھ' کہ محبت کی فضا ہو۔ نہیں تو اس کو جراثیم لگتے ہیں۔ جی ہاں! جراثیم لگتے ہی' دلوں میں پھٹنیں آجاتی ہیں۔ جی ہاں! کہ اب لگ گئے جراثیم۔ پھر شریک ہو کے کام کرنے کے بجائے فریق ہو کے کام کریں گے۔ کہ فریق ہیں' جیسے سیاسی جماعتوں میں فریق ہوتے ہیں۔ کوئی بڑا آدمی' کوئی گورنر' کسی صوبہ کا مقرر کیا جاتا ہے تو لوگ پوچھتے ہیں کہ کون ہے؟ کہ فلاں' تو وہ تو فلاں پارٹی کا ہے۔ یہ کہتے ہیں لوگ' کہ وہ' وہ تو کہ فلاں پارٹی کا ہے۔ وہ ان کا آدمی ہے' وہ ان کا آدمی ہے۔ جی ہاں! کیوں؟ کہ یہ فریق بن کے کام کرتے ہیں۔ ہاں! یہ تو ان کا وہ ہے' سڑا ہوا ساز و سامان ہے۔ ہمارے ہاں ایسا نہیں ہے۔ جی ہاں! ہمارے ہاں ایسا نہیں ہے۔ کیوں؟

کہ ہم کو تو ہمارے نبی ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ **الدین النصیحۃ** کہ دین؟ کہ دین تو خیر خواہی کرنے کا نام ہے 'دوسروں کی بھلائی چاہنے کا نام' کہ ان کا کیسے بھلا ہو جائے۔ ان کے ہاں یہ ہے کہ میں اپنے فریق کو کیسے زک پہنچاؤں' کیسے ان کو نیچے گراؤں' کیسے میں اپنی چلاؤں؟ تو اب یہ کام جو ہے تقوے کے دائرہ میں سے نکل کر' کہ اگر ایسا ہوا تو یہ تقوے کے دائرہ میں سے نکل کر یہ شرارت کے دائرہ میں چلا جائے گا۔ اب شر پھیلے گا۔ کیوں کہ اس کو کیڑے لگ گئے' کیڑے لگ گئے اس کو' کہ ان میں پھٹن آ گئی۔ پھر اس پھٹن نے؟...... اس

پھٹن نے ان میں تعصب پیدا کر دیا۔ ہاں! تعصب پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ تعصب جو ہے بہت متعدی بیماری ہے۔ یہ خاندانوں میں بھی ہوتا ہے تعصب' یہ جماعتوں میں بھی ہوتا ہے' یہ قوموں میں بھی ہوتا ہے۔ یہ نظریات میں بھی ہوتا ہے' یہ تعصب طریقہ کار میں بھی ہوتا ہے۔ سمجھ میں آ رہی ہے نا' بات؟ ہاں! یہ ایک ایسی بیماری ہے تعصب' ہٹ دھرمی' اپنی بات چلانا' جی ہاں! پھر اس کے دل میں کوئی جگہ نہیں رہتی کسی کی۔ وہ کیسے ہمدردی کرے گا؟ یہ پیدا ہو جاتا ہے' ہاں! اس سے پھر بات آگے نہیں جائے گی کہ اب پھٹن آ گئی۔

ابن کثیر کی روایت میں ہے کہ جب لوگوں نے حضرت علیؓ سے اختلاف کیا ان کی خلافت کے زمانہ میں' لوگوں نے اختلاف کیا۔ چار برس ان کی خلافت رہی۔ چار برس میں ایک بالشت زمین بھی فتح نہیں ہوئی۔ ورنہ ملک کے ملک فتح ہو کر اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ آذربائیجان تک اسلام آ گیا تھا۔ جی ہاں! ان کی چار برس کی خلافت' حالانکہ خلیفہ حق ہے لیکن تفرقہ ہو گیا۔ تو چار سال کی مدت میں ابن کثیر کی روایت ہے کہ ایک بالشت زمین بھی فتح نہیں ہوئی۔ جیسے کیڑا الگ گیا دانے کو۔ اب یہ نہیں اگے گا۔

یہ ہمارا ماضی ہے۔ ہم تو آج کی بات نہیں کریں گے بلکہ ماضی کی بات کریں گے' تاکہ ماضی کے آئینہ میں اپنا منہ دیکھ لیں۔ کوئی یہ نہ کہے کہ ہم کو کہتا ہے۔

حضرت مولانا یوسفؒ ایسی روایات سناتے تھے تاریخ کی کہ یہ ہوا تھا۔ ورنہ چار برس کا عرصہ کسے کہتے ہیں؟ اور خلیفہ برحق۔ لیکن لوگوں نے اختلاف کیا' بہت سخت اختلاف کیا۔ جی ہاں! حالانکہ کام تو ہمدردی کا تھا 'کہ سوچتے' بیٹھتے' پوچھتے۔ جی ہاں! کہ نہیں' حضرت علیؓ سے اختلاف کیا۔ اور سمجھ ہے نہیں۔ ہاں! سمجھ نہیں (ان میں) جنہوں نے اختلاف کیا۔ بس ہم تو قرآن کو دیکھیں گے' قرآن جو کہے گا وہ کریں گے قرآن۔ تو ایک دفعہ حضرت علیؓ بہت بڑا قرآن لے کر کے ان کے پاس گئے' اور اس کو رکھا اور کہنے لگے کہ قل قرآن! اے قرآن! فیصلہ کر' ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ او قرآن! فیصلہ کر' ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ وہ تو قرآن کا نام لیتے تھے نا۔ کہا کہ یہ لو قران! اور قران سے کہلواؤ۔ پھر ان کو سمجھاتے تھے کہ قران سے سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ جو قرآن پڑھے ہوئے ہیں' جنہوں نے قران کو سمجھا ہے' ان سے سمجھنا کام ہے۔ سمجھ میں آئی نا بات؟ لیکن وہی' کہ کیڑا الگ گیا اندر

کہ اب صلاحیتوں سے فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ بھی اس کا اثر ہوتا ہے کہ جب یہ کیڑا اندر لگ جاتا ہے تو لوگوں کی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں ہوگا۔ کیوں کہ وہ صلاحیتوں کو فریق سمجھ رہے ہیں۔ اعتماد نہیں ہوگا بے اعتمادی پیدا ہوجائے گی، بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے کہ بات کو ہماری یہ چلنے نہیں دیں گے۔ جی ہاں۔ یہ بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ کیوں کہ ساتھی جو ہوتے ہیں وہ تو ہاتھ پاؤں کی طرح مددگار رہوتے ہیں چوبیس گھنٹے۔

ما انا علیه و اصحابی حضور ﷺ نے اپنے ساتھیوں پر خوب اعتماد کیا۔ کہ نجات پانے والی جماعت کونسی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا فرقے ہوں گے' اتنے فرقے جہنم میں جائیں گے۔ ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ یارسول اللہ! وہ جنت والا فرقہ کونسا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ ہوگا کہ جس طریقہ پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔ ہاں! کہ جس طریقہ پر میں اور میرے اصحاب ہیں' وہ فرقہ جو ہے جنت میں جانے والا ہوگا۔ اپنے اصحاب پر اعتماد کیا۔ یہ سکھایا تاکہ اعتماد پیدا ہو' تعاون پیدا ہو۔ کیوں؟

کہ تعاون سے حق پھیلتا ہے اور جب تعاون نہیں رہا اور تناؤ پیدا ہوگیا تعاون کے بجائے، کہ پھر حق کا پھیلنا رک جائے گا' جیسے کہ میں نے آپ کو ابن کثیر کی بات سنائی کہ بہترین زمانہ ہے وہ۔ آج کا زمانہ نہیں' بہترین زمانہ ہے مگر حق پھیلنا رک گیا۔ تعاون بند ہوا کہ بس تناؤ پیدا ہوگیا کہ پھر حق کا اگنا بند ہوجائے گا، ان کا عروج ختم۔ جو ترقی ہو رہی تھی' وہ عروج ختم ہوجاتا ہے۔ تو جب کسی چیز کا عروج ختم ہوا تو زوال آتا ہے۔ کیوں کہ جس پودے کا بڑھنا ختم ہوا پھر وہ سوکھے گا' جب تک وہ بڑھتا رہے ہرا رہتا ہے' جب اس کا بڑھنا ختم ہوا کہ پھر وہ سوکھ جائے گا۔ ایسے یہ بھی۔ سمجھ میں آئی نا بات؟ تو یہ لگتے ہیں کیڑے۔ تو اُن بزرگ نے فرمایا تھا کہ تمہارے کام کو جو نقصان ہوگا وہ اس سے ہوگا۔ تحزب سے' پارٹی بازی سے ہوگا۔ ہاں! اس لئے ہم کو تقوی دیا گیا ہے کہ اللہ سے ڈریں اور لوگوں کے حقوق کے بارے میں ڈریں۔

اور مولانا الیاس صاحبؒ ایک اور بات فرماتے تھے: ہماری دعوت جو ہے وہ تو خوبیوں کا لین دین ہے ، ہماری دعوت خوبیوں کا لین دین ہے۔ خوبیاں: لوگوں کی خوبیوں پر نظر کرو اور لوگوں کی خوبیوں سے فائدہ اٹھاؤ مگر یہ بھی جب ہی ہوگا کہ جب اندر تقوی ہوگا' اندر محبت ہوگی تو ایک دوسرے کی خوبی پر نظر کریں گے اور

ایک دوسرے کی خوبیوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔اور جب یہ بات نہیں ہوگی تو پھر وہ خوبیوں سے فائدہ اٹھانے کی راہ بھی بند ہو جائے گی۔

کیونکہ عروج کے زمانہ میں اور استقبال کے زمانہ میں جس طرح کام ترقی کرتا ہے' اندر غرور بھی پیدا ہوتا ہے کام کرنے والوں میں۔ہاں !اور یہ ہے مصیبت۔مال کا غرور،عبادت کا غرور،سب چیزوں کا غرور ہوتا ہے۔ ......جیسے کھانے کی چیزیں ہضم ہوتی ہیں تو بدن میں قوت دیتی ہیں۔ہضم نہ ہوں تو بدہضمی ہوتی ہے۔ ایسے ہی اس کی بھی بدہضمی ہوتی ہے کہ غرور پیدا ہو جاتا ہے۔جی ہاں! اور غرور کے بعد؟ کہ غرور کے بعد جوڑ ختم ۔ہاں۔پھر جوڑ نہیں رہتا۔حق شناسی نہیں رہتی۔ہم ہیں' ہم ہیں' ہم ہیں' ہم ہیں۔ **یہ دعوے چلتے ہیں۔ہمارا کام ہے' ہمارا کام ہے' ہمارا کام ہے۔یہ دعوی ہے۔مدعی بن جائیں گے۔** ......اچھا! مدعی کی اور داعی کی بات ایک سی ہوتی ہے' فرق نہیں ہوتا۔بات ایک۔فرعون جو بات کہتا تھا وہ بات اور آل فرعون کا جو مؤمن تھا داعی' وہ جو بات کہتا تھا' ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھی۔اس سے لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے۔......

بات کا درجہ الگ ہے برتاؤ کا درجہ الگ ہے۔کہ بات کیا؟ اور برتاؤ کیا؟ کیوں کہ دیکھا جاوے گا برتاؤ کو' کہ برتاؤ کیا کر رہے ہیں؟ کہ بھائی دیکھو! تجارت ایمانداری سے کرو،تجارت ایمانداری سے کرو، تجارت ایمانداری سے کرو۔یہ تو ہے بات۔یہ تو ہوئی بات لیکن جب لوگ لین دین کو دیکھیں گے،کہ یہ لین دین میں کیا کرتے ہیں؟ وہ ہے اصل۔ان کے دودھ میں پانی آرہا ہے تو ان کی اس بات پر بھی پانی پھر جائے گا ۔جی ہاں۔کیوں کہ بات الگ ہوتی ہے' برتاؤ الگ ہوتا ہے۔

اثر بات کا نہیں' برتاؤ کا ہوتا ہے۔جی ہاں۔اسلئے یہ سکھایا ہے۔یہ سکھایا ہے کہ صلاحیتوں کی قدر کرو ۔اور صلاحیتوں کی قدر؟ کہ تمہارے اندر کا تقوی اور تمہارے اندر کی محبت' یہ صلاحیتوں کی قدر کرائے گی کہ ان میں صلاحیت ہے۔نہیں تو جب ناقدری پیدا ہوگی تو تاریخ میں ہے کہ عبدالملک بن مروان دمشق کا امیر تھا حاکم اور عبداللہؓ بن زبیرؓ جو تھے وہ حجاز کے امیر بنے تھے۔یہ عبداللہؓ بن زبیرؓ حضرت ابوبکرؓ کے ایسے نواسے ہیں جیسے حضرت حسینؓ حضور ﷺ کے نواسے ہیں' بالکل۔بہت فضیلت اور بزرگی والے' مگر حضرت حسینؓ کا

درجہ اونچا ہے۔ یہ حضرت ابوبکرؓ کے نواسے ہیں' بڑی صلاحیتوں کے مالک ،صحابی ہیں' مہاجر بھی ہیں' مہاجروں کے گھروں میں ہجرت کے بعد سب سے پہلے یہی پیدا ہوئے تھے ۔ بہت فضیلت والے' عبداللہ بن زبیرؓ حجاز کے حاکم ۔لیکن جب صلاحیتوں کی قدر نہیں ہوتی تو عبدالملک بن مروان نے کہا کہ اس عبداللہؓ کو کون مارے گا ؟ ہاں ۔تو حجاج بن یوسف نے کہا: میں ماروں گا ہاں! آدمی بھی مل جائیں گے ہر ایک کو ہر ایک قسم کے ۔ جی ہاں ۔ یہ دنیا ایسی ہی ہے' جس قسم کے آدمی چاہو آپ کو مل جائیں ۔ یزید کو حضرت حسینؓ کو قتل کرنے والے مل گئے کہ حضرت حسینؓ کا گلا کاٹ کر اشعار پڑھے' لکھا ہے۔ جی ہاں ۔ اسلئے صلاحیتوں کی قدر کرنی ہے۔ حیاۃ الصحابہ میں ہے یہ۔ حجاج نے کہا کہ میں عبداللہؓ کو قتل کروں گا ۔اس نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے عبداللہ کا کرتہ پھاڑ دیا۔ چنانچہ حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہؓ کو قتل کیا وہیں مکہ مکرمہ میں اور ان کی لاش کو سولی پر لٹکایا اور ان کی ماں حضرت اسماءؓ حضرت ابوبکر کی بیٹی جن کی سو سال کی عمر تھی' ان کے گھر جا کر ان کو بھی دھمکایا۔ ہاں ۔ان کی ماں کو بھی دھمکایا۔ یہ صلاحیتوں کی ناقدری کی مثالیں ملیں گی ماضی میں آپ کو۔۔ حضرت عائشہؓ کی بہن حضرت اسماءؓ سو سال کی عمر والی کو دھمکایا۔

ہم تو یہ مثالیں دیں گے' آج کی مثالیں نہیں دیں گے۔ یہ ہے صلاحیتوں کی ناقدری ۔اور پھر حجاج بن یوسف کو ہی حج کا امیر بنایا کہ حاجیوں کا حج کراؤ۔ حالانکہ اندر اس مجمع میں عبداللہؓ بن عمرؓ بھی ہیں' ان کے بیٹے حضرت سالمؒ بھی ہیں ،ان کے خادم حضرت نافعؒ بھی ہیں ۔ یہ بڑے بڑے علماء ہیں مگر حج کا امیر کون؟ حجاج بن یوسف یہ حج کا امیر ہوگا ۔ یہ ہماری تاریخ ہے ۔سمجھ میں آئی نہیں بات؟ **کہ بات بگڑتی ہے تو کہاں تک جاتی ہے۔** حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے' وہ ظالم آدمی تھا لیکن شریعت کا حکم ہے کہ اس طرح کا بھی جب کبھی کوئی امام بن جاوے تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لو، تو نماز پڑھ لیتے۔

یہ مثالیں ہم کو ملتی ہیں کہ جب کام بگڑے گا اور اس میں کیڑے پڑیں گے تو یہاں تک جاوے گا۔ صلاحیتوں کی ناقدری ہوگی ،صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا جائے گا ۔ جی ہاں! اور فریق بن کے کام کرنے کا رخ پڑ جائے گا پھر اس کی جان نکل جائے گی۔ یہ مذاکرہ میں اسی لئے کر رہا ہوں کہ ہمارے پاس ایک بہت

بڑی امانت ہے۔ اس امانت کی حفاظت کرنی ہے۔ ہاں۔ تاکہ یہ اس بلا بلا کی نظر نہ ہوجائے۔ ہاں۔ ورنہ جب تعصب اندر پیدا ہوگا کہ اس کو بالکل ملیا میٹ کرے گا۔ اللہ حفاظت کرے۔ اندر کا ایک تعصب بنتا ہے۔ تو میں نے کہا نہیں کہ یہ تعصب پھیل جاتا ہے، قوموں میں بھی ہوتا ہے' خاندانوں میں بھی ہوتا ہے' جماعتوں میں بھی ہوتا ہے' طریقہ کار میں بھی ہوتا ہے کہ **یہی طریقہ کار ہونا چاہئے۔ پھر؟ کہ پھر اس طریقہ' کار کی کوئی حیثیت و وقعت ہماری نظروں میں بھی نہیں ہوتی اور دشمنوں کی نظروں بھی نہیں ہوتی۔ چھوٹی چھوٹی بات پر اڑنے کی وجہ سے۔**

ہمارے مولانا سعید احمد خان صاحب ایک قصہ سنایا کرتے تھے ایک جگہ اختلاف ہوا آمین میں' کہ آمین زور سے کہنی چاہئے یا آہستہ کہنی چاہئے؟ آمین بالجہر ہو یا آمین بالسر؟ اس میں اختلاف ہوا مسلمانوں میں' حالانکہ دونوں سنت ہیں۔ روایت ہے دونوں سنت ہے۔ یہ طریقہ کار میں اختلاف کی مثال ہے۔ وہ جھگڑا اتنا بڑھا اتنا بڑھا کہ مقدمہ عدالت میں گیا کہ آمین جہراً کہنی چاہئے یا سراً کہنی چاہئے؟ حاکم جو تھا وہ انگریز تھا۔ فیصل۔ اس آمین بالسر اور آمین بالجہر کو تو وہ سمجھا نہیں کہ مذہبی چیز ہے۔ مذہبی چیز ہے آمین کہنا۔ ایک طریقہ کار کا ایک جزو ہے۔ نماز کا ایک جزو ہے۔ اس نے کہا یہ آمین کیا چیز ہے؟ اس نے کہا ٹھہرو! اس نے پورا مطالعہ کیا نماز، نماز کے ارکان، سنن، واجبات کا کہ ان مسلمانوں میں یہ ہے کیا چیز؟ اس کا پورا مطالعہ کیا کہ آمین کا کیا درجہ ہے ان کے ہاں۔ پھر اس نے فیصلہ دیا **۔ فیصلہ یہ دیا کہ آمین بالجہر، آمین بالسر دونوں صحیح ہیں۔ مگر آمین بالشر؟ یہ برا ہے۔** اس نے یہ فیصلہ دیا کہ نہ ان کو آمین مقصود نہ ان کو آمین مقصود ان کے پاس شر ہے۔ ایک طریقہ کار ہے کہ بھئی اس طرح آمین کہو' اس طرح کہو۔ یہ کوئی باطل حرام کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ان میں شر ہے۔ یہ اس نے کہا آمین بالسر بھی صحیح ہے آمین بالجہر بھی صحیح ہے حدیثوں کی روشنی میں دونوں صحیح ہے مگر آمین بالشر جو ہے وہ برا ہے۔ یہ فیصلہ کیا۔ یہ کیا؟ کہ **یہ ان کا تعصب ہے۔ کہ نہیں! یہی ہونا چاہئے۔ ارے بھئی کیوں؟ یہ کوئی واجب ہے یا فرض ہے؟ کہ نہیں کچھ نہیں' پھر؟ کچھ نہیں' ہم جو کہیں وہی۔** انہوں نے فریق بنایا' عبادت کرنے والوں کو فریق بنایا۔ جو آمین بالسر کرے یہ اس کے فریق' وہ اس کے فریق۔

یہ چیزیں ہیں میرے بھائیو! اس میں احتیاط کرنی ہے۔ ہاں! کام تو سیدھا سادا صاف بارش کے پانی کی طرح سے حیات لانے والا۔ بارش کا پانی حیات لانے والا ہے۔ اور بارش کا پانی جو ہے نا؟ وہ تو موتی بنانے والا ہے۔ یہ موتی جو بنتے ہیں نا سمندروں میں، وہ بھی بارش کے پانی سے ہی بنتے ہیں، کوئی دوسرا کارخانہ اس کا نہیں ہے۔ بارش کے پانی سے موتی تیار ہوتے ہیں سمندروں میں، مچھلی کے پیٹ میں دو ہی قطرے جاتے ہیں اندر، انہی قطروں سے اللہ موتی بناتا ہے۔ وہ سمندروں میں بنتے ہیں۔ اور زمینوں میں یہ ساری چیزیں خیرات اگتی ہیں۔ زعفران سے لیکر جو تک، زعفران بھی اس سے پیدا ہو جو بھی اس سے پیدا ہو۔

ایسی مثال حضور ﷺ نے اپنے اس کام کی دی ہے کہ یہ بارش کے پانی کی طرح سے ہے، کہ سوائے نفع کے اس میں اور کچھ نہیں ہے۔ نفع ہی نفع ہے، نفع ہی نفع ہے۔ اس لئے اس کے نفع کو محفوظ رکھنا ہے اس لئے اس کام کو، کہ اس کام کو امانت بنایا ہے، ہاں! تا کہ وہ ہمارے نفسوں کی شرارت سے محفوظ رہے۔ اسکی امانت کی حفاظت یہ ہے۔ اس کو چور نہیں چوری کرے گا مال کی طرح سے۔ کہ مال کو چور لے گئے کہ نہیں، کہ اس کے چور نہیں ہیں، چوری کرنے والے۔ کہ اس کا کیا؟ کہ اس کا بگاڑ اسی سے آوے گا، کہ اس کے اندر شر مل جائے گا۔ جیسے اس نے کہا ہے نا؟ آمین بالشر ہاں! **کہ ان کی ضدم ضدی ہے اور کچھ نہیں**۔ جی ہاں! تو یہ اس میں مل جائے گا۔ اس لئے اس سے اس کی حفاظت کرانی ہے، کہ کیڑے لگتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالی سے، کہ اللہ تعالی سے اس میں تقویٰ مانگا جائے گا۔ ہاں! کہ تقویٰ مانگو اللہ تعالی سے۔ کہ وہ تقویٰ جو ہے، ساری خوبیوں کی جڑ ہے۔ **التقویٰ ملاک الحسنات** خطیب پڑھتے ہیں جمعہ میں، کہ **التقویٰ ملاک الحسنات کہ** جو تقویٰ ہے آدمی کا، کہ وہ تو ساری خوبیوں کی ماں باپ ہے، کہ ساری خوبیاں جو پیدا ہوں گی، وہ اس سے پیدا ہوں گی۔ ایمان اور تقویٰ، کہ جس میں ایمان و تقویٰ آیا کہ وہ تو اللہ کا ولی بن جائے گا۔ کیوں کہ اولیاء اللہ کی یہ دو صفت بتائی کہ اللہ کے ولی کون ہیں؟ ....**الاان اولیاء الله لاخوف علیهم ولاهم یحزنون☆ الذین آمنوا وکانوا یتقون☆** یادرکھو! اللہ کے جو ولی ہیں ان کے لئے کوئی غم کی بات نہیں ہے۔ تو وہ ہیں کون اللہ کے ولی؟ کہ اللہ کے ولی وہ ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ ہاں! اللہ سے ڈرنے والے......**ان اولیاء ہ الا المتقون**

کہ اللہ سے ڈرنے والے ہی اس کے ولی ہی ہوتے ہیں۔ایمان اور تقویٰ ان کے اندر ہے' ایمان تقویٰ کی وجہ سے وہ ولی بنے ہوئے ہیں۔

الحمد للہ یہ نعمت ہم کو ملی ہوئی ہے۔ ہاں! ہر مسلمان کے پاس ایمان بھی ہے تقویٰ بھی ہے۔اس کو بڑھانے کی ضرورت ہے اس کو بڑھانے کی ضرورت ہے' جب یہ بڑھ جاوے گا تو پھر خوبیوں کی قدر رہوگی۔

ہاں! کہ دعوت تو ایک چمن کی طرح سے ہے' چمن باغ۔ایسی ہے اس کی مثال' کہ دعوت کا کام ایک چمن ہے۔چمن میں ہر قسم کے پھول ہوتے ہیں' ہر قسم کے پھل ہوتے ہیں' ہر قسم کے پیڑ ہوتے ہیں چھوٹے بڑے' ایک سائز کے نہیں ہوتے۔ایسے ہی صحابہؓ یک طرح کے نہیں تھے۔کہ ان کے اندر الگ الگ چیزیں پیدا ہوئی تھیں' یہ حضور ﷺ کی تربیت کا زبردست اثر ہے کہ ایک چمن بنا دیا۔ میٹھا بھی ملے گا' اور کیا نام؟ کھٹا بھی ملے گا' ہر قسم کا ملے گا' پھل۔ایسا۔اور یہی ان کی خوبی ہے۔

ہمارے سامنے خوبی یہ ہے کہ **صحابہ باہر نکل جاتے تھے' باہر نکل جاتے تھے' باہر نکل جاتے تھے۔ٹھیک ہے باہر بھی نکلتے تھے۔ اور دوسرا (کوئی) کام نہیں کرتے تھے؟؟؟ دوسری ان کی معاشرت' ان کا ماحول کیسا تھا؟ یہ بھی دیکھنا ہے۔**

میں وہاں گیا افریقہ۔تو ایک دینی درسگاہ تھی بڑی۔وہاں ہم گئے تھے۔وہاں کے علماء کرام اور یہ سب بیٹھے تھے۔تو بات کرنی پڑتی ہے۔تو میں نے یہ بتایا ان کو کہ صحابہؓ کیسے تھے؟ **میں نے کہا کہ ہمیں نہیں ملتا کہ حضرت ابو ہریرہؓ میدان میں تلوار لے کر پھر رہے ہوں۔ملتا ہے؟** ابو ہریرہؓ! کہ انہوں نے تلوار چلائی ہو دشمنوں کے مقابلہ میں؟۔نہیں ملتا۔اور حضرت خالدؓ؟ **خالدؓ کے پاس ایسا نہیں ملتا کہ انہوں نے حدیث کا کوئی حلقہ سنبھالا ہو۔وہ ہمیشہ میدانوں میں رہتے تھے۔** خالد! وہ خود کہتے تھے کہ قرآن کے بہت سے مضامین مجھے اس لئے یاد نہیں ہوئے کہ عام طور پر میرا' میرا جانا میدانوں میں ہوتا تھا۔وہاں تو ابو ہریرہ بھی ہیں اور' وہاں تو خالد بن ولید بھی ہیں' وہاں تو ابوالدرداء بھی ہیں۔**ابوالدرداء حکیم الامت کہلاتے تھے۔** حکیم الامت: لوگوں کی تربیت کرنے والے۔ایک رخ نہیں تھا۔جیسے پانی پڑتا ہے تو ایک چیز نہیں اگتی' ہر چیز اگتی ہے۔تو ابوالدرداء

کوتو حکیم الامت کہتے تھے۔ کیوں؟ کہ وہ لوگوں کی تربیت کرتے تھے۔ انہوں نے دمشق والوں کو جو نصیحتیں کی ہیں وہ حیاۃ الصحابہ میں لکھی ہوئی ہیں۔ ان کو دمشق بھیجا تھا حضرت عمرؓ نے۔ شام والوں کے لئے' ان کی تعلیم وتربیت کے لئے۔ وہیں رہے وہیں مرے۔ **اور ابوعبیدہ امین الامت'** پوری امت کا امین۔ ان سے زیادہ کوئی امانت دار نہیں۔ جی ہاں! حضرت ابوبکرؓ کو بیت المال میں سے کتنا وظیفہ ملے ؟ کہ وہ' ابوعبیدہ جو طے کریں گے وہ۔ کیوں کہ وہ امین الامت ہیں۔ وہ امانت سے دیں گے کتنا دینا ہے۔ تو امین الامت بھی پیدا ہوئے' حکیم الامت بھی پیدا ہوئے۔ جی ہاں! اور حلال حرام کے جاننے والے؟ کہ معاذ بن جبل۔ کہ **حلال وحرام کا سب سے بڑا عالم: کہ وہ معاذ بن جبل**۔ اور اس امت کا سب سے بڑا قاری؟ کہ **امت کا سب سے بڑا قاری ابی بن کعب**۔ یہ' یہ سب اس سے پیدا ہوئے ہیں۔ کوئی ایک رخ نہیں ہے۔ بلکہ ایک باغ کی طرح سے ہے کہ اس میں سب پیدا ہوئے ۔ ہر خیر والے پیدا ہوئے' اور ہر خیر کو لے کو چلے۔ کہ حق؟ **حق تو حضرت عمر کی زبان پر بولتا ہے**۔ حق گو' حق بولنے والا کون؟ کہ عمر۔ جی ہاں! اور سب سے زیادہ حیاء والا' سب سے زیادہ شرم والا؟ **سب سے زیادہ شرم والا کہ عثمان**۔ اور **سب سے زیادہ حق فیصلہ کرنے والا؟ کہ علی**۔ ہاں! کوئی ایک رخ نہیں ہے۔ تو ایسا تھوڑا تھا کہ حضرت علی اکیلے رہ گئے اور حضرت ابوالدرداء اکیلے رہ گئے کہ انہوں نے اپنی حکمت سے لوگوں کو صحیح نہیں سنبھالا؟ ایسا تھوڑا ہے؟ تو بہت چیزیں پیدا ہوئیں' ایک باغ لگایا تھا' اس میں ہر قسم کے لوگ پیدا ہوئے۔ **اس لئے ہمیں اس کو بھی دیکھنا ہے کہ ہر قسم کے لوگ ہمارے اندر پیدا ہوں۔ اور جو پیدا ہوئے ہوں ان کی ہم کو قدر رہو**۔ ہاں! جب ناقدری ہوتی ہے تو اللہ وہ نعمت چھین لیتے ہیں۔

یہ تاریخ میں ہے کہ جہاں کسی اللہ کے نیک بندہ کی ناقدری ہوئی اللہ نے اس کو اٹھالیا۔ چلو' چھٹی ہوگئی۔ ہاں! یہ قدر نہیں کرتے۔ امام بخاری کو ستایا' اس کے بعد ان کی وفات ہوگئی۔ ہاں! کہ کیوں کہ ان کو قدر نہیں ہے۔ **تو جب صلاحیتوں کی قدر نہیں ہوگی تو صلاحیتیں اٹھالی جائیں گی۔ اور پھر نااہلوں کو کام لینا پڑے گا۔ جن کے اندر صلاحیت نہیں ہے وہ کام لیں گے' پھر کام بگڑ جاوے گا**۔ ہاں! یہ ہوتا ہے کہ جب کسی کی ناقدری ہوئی کہ اللہ میاں نے اس کو اٹھالیا کہ یہ ہمارے بندوں کی ناقدری کرنے والے ہیں۔

اللہ کا عجیب نظام ہے۔ وہ ہمارے خیالوں پر نہیں ہے کہ ہم اپنے خیال سے کچھ بھی کہہ دیں۔ وہ تو کہنا ہی کہنا ہے۔ اللہ کی تدبیریں آسمانوں سے زمین پر آتی ہیں: **یدبر الامر من السماء الی الارض** کہ آسمان سے اللہ کی تدبیریں ہوتی ہیں۔ اس لئے ڈرنے کی بات ہے، ڈرنے کی بات!

کہ حضور ﷺ نے تو ہر قسم کے لوگ تیار کردیئے۔ ہاں! اس میں علم والے بھی ہیں، عبادت والے بھی ہیں، تربیت کرنے والے بھی ہیں، سخاوت کرنے والے بھی ہیں، ہر قسم کے۔ وہ تو باغ لگایا ہے، وہ یہی پانی سے، یہی پانی سے۔ ایک محنت دی ہے، کہ اس محنت سے کہ امت کی صلاحیتیں کام کریں گی۔ ہاں! اس محنت کی خوبی ہے یہ، کہ اس سے امت کی صلاحیتیں کام پر آتی ہیں، اور وہ شرارتوں میں سے نکل جاتے ہیں۔ شرارتوں میں سے نکل جائیں گے۔

اللہ کے راستہ میں نکلنا اپنی شرارتوں میں سے نکلنا ہے۔ ہاں! میں تو عربوں سے برابر کہتا ہوں کہ یہ خروج فی سبیل اللہ جو ہے نا! وہ تو **خروج من الھواء الی الھدیٰ** ۔ کہ اپنی شرارتوں اپنی خواہشوں میں سے نکلنا اور ہدایت پر آنا ہے۔ یہ خروج گھروں سے نکلنا نہیں فقط، کہ گھر سے نکل گئے کہ ہاں گھر سے نکلنا، یہ تو صورت ہے اس کی۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی شرارتوں میں سے نکل جائیں۔ کہ ہاں، کہ کوئی ہماری شرارتوں سے ڈرے نہیں۔

یہ تو نبی کی خوبی تھی ہمارے، حضور ﷺ کے ساتھ لوگوں نے اختلاف کیا لیکن کوئی دوسرا الزام آپ کو کوئی نہیں دے سکتا تھا۔ ہاں! آپ کو امانت دار سمجھتے تھے، آپ کو سچا سمجھتے تھے، آپ کو ہمدرد سمجھتے تھے، آپ کو خیر خواہ سمجھتے تھے کہ یہ تو غریبوں کی مدد کرنے والا، یتیموں کی بیواؤں کی خبر گیری کرنے والا۔ اس میں تو خیر ہی خیر ہے لیکن جو وہ بات کہتا ہے اس سے ہم کو اختلاف ہے۔ **فانھم لایکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون** یہ ظالم آپ کو تو جھوٹا کہتے نہیں، خدا کی باتوں کو جھوٹا کہتے ہیں۔ کہ محمد تو ہمارے سچے، کیوں کہ آپ کی زندگی ایسی تھی کہ اس پر اللہ نے آپ کو نبوت کا تاج پہنایا۔ کہ جس کو تم چالیس سال سے سچا امانت دار کہتے رہے ہو کہ وہ ہے ہمارا نبی۔ کہ اس کو ہم نے ایسا بنایا ہے۔ لیکن پھر وہ، ان کی سمجھ، کہ آپ ہمارے مگر آپ کی

باتیں؟ آپ اچھے' باقی آپ کی بات؟ کہ اس سے ہم کو اختلاف ہے۔اسی لئے محروم ہو گئے۔

تو میں نے کہا کہ حضور ﷺ کو اللہ نے ایسا بنایا تھا کہ نبوت ظاہر ہوئی آپ کے اوپر۔ یہ امانت دار آدمی ہے' یہ سچا آدمی ہے' یہ ہمدردی کرنے والا آدمی ہے' آپ کے خیر کو ظاہر فرمایا اور پھر آپ کو نبوت سے نوازا۔نبوت ظاہر ہوئی۔کہ یہ تو یہ ہے۔

یہ کام تو سارے محاسن کو ساری خوبیوں کو جمع کرے گا۔اور بلکہ خوبیوں کی قدر کرنا سکھائے گا۔ہاں! جب خوبیوں کی قدر کرنا آوے گا نا' جب ہی اندر کا دعویٰ ختم ہوگا۔اگر خوبیوں کی قدر کرنا نہیں آیا تو خود ہی دعویدار بنیں گے' کہ ہم ہیں ہمارا کام ہے یہ ہے وہ ہے۔تو دوسرے بھی کہیں گے ہم ہیں' ہمارا کام ہے۔ہاں! ہاتھ بہ ہاتھ' دست بدست چلے گی پھر' کہ ایسا نہیں ہے۔

کہ اپنے کام کی اہمیت ضرور ہے لیکن اعتدال کے ساتھ۔ حضور ﷺ فرماتے تھے کہ نبیوں کی جماعت میں مجھے زیادہ نہ بڑھاؤ حالانکہ آپ تو بڑھے ہوئے ہیں' آپ تو تمام نبیوں کے سردار ہیں' کہ کیوں؟ کہ پھر مبالغہ کرو گے تم' پھر دوسرے کہیں گے بھائی ہمارے بھی ہیں۔تو تم نے کیا تعظیم کی؟ تم نے تو تعظیم توڑی۔اس کو غلو کہتے ہیں۔کہ غلو بھی بیماری ہے۔جس طرح تعصب بیماری ہے' غلو بھی بیماری ہے۔کہ غلو ہونے لگا۔غلو یعنی حد سے آگے نکل گئے۔ہاں! حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنا دیا اتنی تعظیم کی؟ یہ' اس کو غلو کہتے ہیں۔کہ تعظیم اتنی کی کہ انہوں نے' یہودیوں نے ان کو کچھ دوسرا کہہ دیا عیسیٰؑ کے بارے میں۔تو انہوں نے اتنا بڑھا دیا۔اور ہم نے کہا کہ عیسیٰؑ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' اپنے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں' یہ ہم نے کہا۔تو انہوں نے غلو کیا۔اللہ نے کہا غلو مت کرو' حد سے آگے نہ نکل جاؤ۔اپنی حد پر رہو۔جب حد پر رہو گے تو لوگ اس سے مستفید ہوں گے۔ہاں! وہ حد سے نکل گئے تو تم خود بھی نہیں فائدہ اٹھاؤ گے۔کہ ہمارا کام تو ایک جامع ہے' تمام خوبیوں کو اپنے اندر جمع کرنے والا۔اور جس میں جو خوبی ہے اس کی قدر کرنے والا۔ہاں! جس میں جو خوبی ہے اس کی قدر کرو۔

میں ساؤتھ افریقہ گیا' تو ساؤتھ افریقہ ایک ایسا ملک ہے' کہ اللہ نے ان کو دنیا' دین دونوں دی ہیں'

دنیا بھی ان کے پاس ہے، اور دین بھی ان کے پاس ہے، تواضع بھی ان کے پاس ہے، عام مجمع ان کا یہی ہے۔ اس کی وجہ سے تمام جماعتوں کا اس کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ ہر جماعت کے بڑے وہاں جاتے ہیں، ہر جماعت کے بڑے بزرگان دین وہاں جاتے ہیں، اور وہ قدر بھی کرتے ہیں ہر ایک کی۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے یوں کہا کہ یہ جو تمہارا ملک ہے نا یہ گل گلزار ہے۔ کہ باغ میں لوگ سیر کرنے کے لئے آویں۔ ایسے تمہارے ملک میں لوگ آتے ہیں، دین والے بھی آتے ہیں، دنیا والے بھی آتے ہیں۔ وہ تو دنیا والے تو دنیا جانیں، ہم تو اپنے دین والوں کی بات کریں گے۔ کہ **جتنے دین والے تمہارے پاس آویں، جس لائن کے بڑے، جس جماعت کے بڑے، تم اس کی قدر کرو۔** تو میں نے کہا کہ تم اس کی ایک مثال سمجھو کہ

ہم جو ہیں امت محمد ﷺ، ہم تمام نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں، تمام نبیوں پر ہمارا ایمان ہے۔ کہ جتنے نبی اللہ تعالی نے بھیجے، جن کے نام ہمارے پاس آئے ہیں وہ، اور جن کے نام ہمارے پاس نہیں آئے وہ۔ جن کے قصّے ہمارے پاس آئے ہیں وہ، اور جن کے قصّے ہمارے پاس نہیں آئے وہ۔ ہمارا سب پر ایمان ہے۔ لیکن اقتداء و پیروی ہم اپنے نبی کی کریں گے۔ ایمان تمام نبیوں پر، اور اقتداء اور پیروی ہم اپنے نبی کی کریں گے۔ **اس طرح مل کے تم تمام جماعتوں کی، اور تمام جماعت کے بزرگوں کی قدر کرو اور اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلو۔ یہ ہے درمیانی بات! یہ درمیانی بات ہے، یہ ضروری ہے، اس کو اعتدال کہتے ہیں۔** اس کو اعتدال کہتے ہیں، یہ ضروری ہے۔ تو ان کو یہ بات بہت پسند آئی، ذمہ داروں کو۔ مجھے کہا کہ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ میں نے مجلس ہی میں یہ بات کہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو آپ ہمارے مجمع میں کہؤرات کو۔ کہ ہمارا مجمع ساتھیوں کا ہوگا۔ کہ یہ تو ہماری مجلس ہے۔ ہاں! یہ بھی ذہن لوگوں کے بنانے پڑتے ہیں۔ خالی طریقہ کار نہیں بلکہ طریقہ کار کے لئے اہلیت پیدا کرنی ہے۔ اس کو یاد رکھو۔ پھر جب مجلس میں بات کی، مجلس میں بات کرتے ہیں ہم۔ اونچ نیچ کے لئے۔ **تاکہ امت، امت کے طریقے پر چلے، کہ ان کے اندر غلو نہ آوے، ان کے اندر حقارت نہ آوے دوسرے طریقوں کی، دوسری شخصیتوں کی۔ ہاں! جب ان کی قدر کروگے، تو وہ تمہاری قدر کریں گے۔** ہاں! یہ ہم نے اپنے تجربہ سے سیکھا۔ کہ اگر ہم ان کی قدر کرتے ہیں تو وہ ہماری قدر کرتے ہیں۔.........................

ابھی میں انگلینڈ گیا تھا‘ تو وہاں بعض ایسے ساتھی ہیں کہ وہ ان کا اپنا طریقہ ہے‘ ہم ان سے ملنے جاتے ہیں‘ اب کی مرتبہ وہ بیمار ہوئے‘ تو ملاقات نہیں ہوئی‘ اور ہم نے واپسی کا رخ کیا۔ تو ہم واپسی کے رخ پر تھے‘ ایک شہر میں۔ ان کو پتہ چلا‘ کہ جماعت تو واپس جارہی ہے۔ تو بیماری سے جب ان کو افاقہ ہوا تو وہ مستقل ہم سے ملنے کے لئے آئے وہاں‘ اپنے شہر سے آئے۔ تو دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ کھایا۔ ظہر کے بعد میں نے بات کی، وہ بات سنی اور پھر کہا کہ میں اجازت لوں گا‘ اب جاؤں گا۔ حالانکہ اپنی جگہ‘ ان کا ایک مقام ہے وہاں۔ وہ ہم سے ملنے آرہے ہیں۔

تو ہم تو چاہتے ہیں کہ ہر امتی میں دین کے ہر کام کی قدر آوے۔ ایک سبحان اللہ بھی احد پہاڑ سے بڑا ہے۔ دین کا یہ حال ہے کہ ایک سبحان اللہ احد پہاڑ سے بڑا ہے۔ سلیمانؑ نے سنا کہ‘ ایک عابد کہہ رہا تھا کہ اللہ نے سلیمان کو کتنی بڑی سلطنت‘ اور کتنا بڑا ملک دیا ہے۔ ایک عابد‘ یہ کہہ رہا تھا۔ تو وہ بات ہوا نے سلیمانؑ تک پہنچادی‘ ہوا ان کے تابع تھی‘ کہ وہ آدمی یہ کہہ رہا ہے۔ کہ اللہ نے سلیمان کو کتنا نوازا ہے۔ فرمایا‘ ایک سبحان اللہ سلیمان کے ملک سے بہتر ہے۔ ایک مسلمان سبحان اللہ کہتا ہے تو اس کا سبحان اللہ میرے ملک سے بہتر ہے۔ یہ نبوّت کی نظر کہلاتی ہے۔ نبوّت کی نظر‘ کہ **جو خیر ہے وہ تو خیر ہی ہے‘ پھر ہر خیر کو اللہ نے درجہ دیا ہے۔ اس درجہ پر اس کو رکھوتا کہ وہ باقی رہے۔ تو یہ ہمارا کام ہے (کہ ہمارے پاس) اعتدال (ہے)۔**

حضور ﷺ کو اعتدال کا اور عدل کا حکم دیا گیا تھا۔ اعتدال‘ درمیانہ پن اختیار کرو۔ تعلیم دیتے تھے حضور ﷺ‘ کہ درمیانی چال چلو‘ درمیانی چال چلو‘ درمیانی چال چلو‘ تاکید کے ساتھ! کیوں‘ کہ درمیانی چال چلو گے تو چل بھی سکو گے‘ چلا بھی سکو گے۔ درمیانی چال‘ تو درمیانی چال میں آدمی خود بھی چلے اور دوسروں کو بھی چلا سکے۔ کہ مجھے اس کا حکم ہے کہ تمہارے اندر اعتدال اور عدل پیدا کروں۔ **وامرت لاعدل بینکم** کہ مجھے اس کا حکم ہے‘ کہ تمہارے اندر انصاف اور درمیانہ پن پیدا کروں۔ تاکہ ہر حق‘ حق کی جگہ پر رہے۔ جی ہاں! اور ہم راہ حق کو پہنچ جاویں۔ یہ‘ یہ طریقہ کار ہے حضور ﷺ کا۔ اس لئے یہ بہت صاف‘ سیدھا راستہ ہے جو اللہ تعالی نے ہم کو دیا ہے۔ بس ان کو ان جراثیم سے بچانا ہے۔ ہاں! کہ ہر ایک کے جراثیم‘ الگ الگ ہوتے ہیں ‘ ......

جیسے میں نے کہا۔ کپڑے کے، اناج کے، پھلوں کے۔ ہاں! اس کے بھی، کہ اس کو بھی جراثیم نہ لگ جاویں۔ اس لئے اس کام میں، کہ اس کام میں احتیاط کرنی ہے کہ اس کو جراثیم نہ لگیں۔ پھر یہ سڑ جائے گا۔ پھر کام کا نہیں رہے گا۔ کون لے گا سڑے ہوئے کو؟

اس لئے میرے دوستو! حضور ﷺ کی محنت سے مسلمانوں کی ایک معاشرت پیدا ہوتی ہے۔ حرکت اسی لئے تھی، حرکت کا جو بڑا نفع ہے نا؟ **حضور ﷺ نے امت کو حرکت دی ہے۔ تو حرکت جو ہے وہ ان میں اجتماعیت کو پیدا کرنے کے لئے ہے۔** دیکھو، اس کی ایک مثال سمجھو، کہ پنکھے آپ کے اوپر لٹک رہے ہیں، تین پنکھڑیاں ہیں اس کی۔ پنکھا رکا ہوا ہوتا ہے تو تینوں پنکھڑیاں ظاہر ہیں۔ جب یہ خوب زور سے چلے گا، تو آپ ایک پنکھڑی کو بھی نہیں دیکھیں گے۔ پورا ایک گول دائرہ ہو جائے گا۔ پورا ایک گول دائرہ، کہ تینوں مل گئیں۔ آپ کو الگ الگ نظر نہیں آئیں گی۔ کیوں؟ مسلسل حرکت ہوئی ہے۔ تو اس کی یہ مسلسل حرکت سے یہ گول دائرہ بن جاتا ہے، پنکھا۔ روک دو تو پھر تین ٹکڑے الگ۔ تو

امت کو حرکت دی ہے تا کہ امت کے اندر کیا آوے؟ اجتماعیت آوے، ان میں اتحاد آوے۔ ہاں! یہ مل کے چلیں۔ کالے ہوں، گورے ہوں، اس ملک کے ہوں، اس ملک کے ہوں، اس زبان کے ہوں، اس زبان کے ہوں یہ ساری رگیں کٹ جاویں۔ یہ اس علاقے کے، اس علاقے کے، یہ رگیں ہیں۔ کہ ان کو حرکت دی، کہ یہ سب رگیں کٹ جاویں۔ ایک ہی کرنٹ ان کو چلاوے۔ وہ کرنٹ کیا؟ کہ ایمان کا کرنٹ ان کو چلاوے کہ ہمارے پاس تو ایک ہی کرنٹ ہے، وہ کیا؟ وہ تو ہمارا ایمان ہے کہ پنکھا جب چلتا ہے تو اس کی تینوں پنکھڑیاں ایک ہو جاتی ہیں، گول دائرہ نظر آئے گا۔ کہ مسلسل حرکت سے ان میں اتحاد پیدا ہو گیا۔

ایسی امت کو حرکت دی ہے اور یہ رگیں کاٹ دی ہیں کہ کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں دی سوائے تقوی کے۔ ان اکرمکم عند الله اتقکم کہ تمہارے یہاں سب سے بڑا بزرگ اللہ کی نظر میں وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ تقوے والا۔ تقویٰ وہ دوا ہے جراثیم کے لئے۔ کہ تمہارے اندر، خدا کی نظر میں سب سے بڑا بزرگ وہ ہے جو متقی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کو امت کو پورا' سب سے بڑا پرہیز گار قرار دیا گیا' سب سے بڑا امت کا پرہیز گار کہ وہ کون ہے؟ کہ سیدنا ابوبکر۔ **اتقی ، وسیجنبھا الا تقی** جہنم سے وہ بڑا پرہیز گار بچالیا جاوے گا۔ بشارت آئی ہے۔ وہ بڑا پرہیز گار کون ہے؟ تو تفسیر میں ہے کہ وہ ابوبکرؓ ہے۔ تو امت کا بڑا پرہیز گار' امت کا حکیم الامت' امت کا امانت دار' امین الامت کیسے کیسے لوگ پیدا ہو گئے۔ بڑا جو ہر ہے۔ تو فرمایا سب سے بڑا پرہیز گار۔ سب سے بڑا تقوے والا' اسلئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ کالا گورا کچھ نہیں' بلکہ اللہ کے دربار میں تمہاری فضیلت، و بزرگی کہ وہ تمہارے تقوے پر ہوگی۔ **ان اکرمکم عنداللہ اتقکم** ۔ سارے تم مٹی سے پیدا ہوئے' سارے آدم سے پیدا ہوئے ہو' اور آدم مٹی سے۔ یہ فتح مکہ کے موقعہ پر فرمایا' کیوں کہ قومیتیں اٹھ رہی تھیں، کہ کچھ نہیں' کوئی قوم نہیں' کچھ نہیں' تم سب آدم کے ہو اور آدم مٹی سے کلکم من آدم و آدم من تراب. تم سب آدم کے ہو اور آدم مٹی کے۔ کوئی فضیلت نہیں ہے، ہاں! اگر کوئی فضیلت ہے وہ کیا ہے؟ کہ اس کے تقوے کی ہے۔ کہ تو تقوی کی ہے۔ کہ جس نے اپنے ایمان میں تقوی پیدا کیا کہ وہ اللہ کے ہاں بڑا ہے۔ پھر وہ ہر ایک کا حق پہچانے گا' اللہ کا بھی پہچانے گا' مخلوق کا بھی پہچانے گا ۔ ہاں! تبھی تو حضرت عمرؓ کو انہوں نے نامزد کیا خلافت میں (حضرت ابوبکر نے)۔ جب لوگوں نے کہا ابوبکر سے' کہ آپ خدا کو کیا جواب دو گے۔ کہ کیوں؟ کہ آپ نے اتنا سخت آدمی ہمارے اوپر مقرر کر دیا۔ تو بیمار تھے' کہنے لگے مجھے بٹھادو، تو بٹھایا، پھر فرمایا دیکھو! میں اللہ کو بھی جانتا ہوں اور عمر کو بھی جانتا ہوں۔ میں نے نادانی میں نہیں کیا ہے۔ میں تو اللہ کو بھی جانتا ہوں' اور عمر کو بھی جانتا ہوں۔ ہاں! اسلئے اس احتیاط میں جو مجھے سب سے اچھا نظر آیا وہ میں نے مقرر کر دیا' امت کے لئے۔ یہ بھی ان کے تقوے کی علامت ہے۔ اور اسی سے تو کام چلا۔ تو یہ ہمارے پاس سیرت ہے' ان کی' صحابہؓ کی۔

مولانا یوسف صاحبؒ نے حیاۃ الصحابہ لکھی ہے' اسکی پہلی جلد جو ہے' وہ پوری محنت پر ہے چھ باب ہیں اس کے اندر۔ پہلی جلد پوری ہوتی ہے محنت' صحابہ کی اطاعت، اور ان کو اپنے دین کی دعوت سے کتنا شغف اور تعلق تھا اس کے واقعات' سے۔ واقعات ہی لکھے ہیں۔ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں لکھی ، ہاں! اپنی کوئی بات نہیں لکھی انہوں نے۔ سارے واقعات لکھے انہوں نے۔ اپنی کوئی بات نہیں ملے گی۔ ہاں! اس لئے......

کی بات' کہ جو اپنی بات نہیں چلاوے گا' اللہ اس کی بات چلاوے گا اور جو اپنی چلاوے' اس کی نہیں چلے گی۔ یہ گُر ہے، گُر۔ تو انہوں نے اپنی کوئی بات نہیں لکھی۔ لکھا ہے کہ میں نے تو آثار جمع کر دئے ہیں' کہ صحابہ کے آثار یہ تھے' بس اب امت کے لوگ اس سے ہدایت لیں گے۔ تو پہلی جلد میں چھ باب ہیں کہ دین کی دعوت سے ان کو کتنا شغف تھا ایک باب میں ہے۔ دوسرے باب میں ہے کہ انہوں نے اس کام کے لئے کیسی بیعت کی؟ یعنی صحابہ نے بیعت کی یعنی اپنے آپ کو اس کام کے لئے گویا پیش کیا۔ پھر مشقتیں کتنی برداشت کیں؟ تحمل' کہ کتنی مشقتیں برداشت کیں۔ پھر ہجرت' پھر نصرت' پھر جہاد۔ یہیں پر یہ پوری کتاب ختم ہو جاتی ہے۔ پوری محنت اسی پر۔

پھر دوسری جلد لکھی۔ اس کے اندر بتایا' دوسری جلد کے اندر کہ ان لوگوں کی اجتماعیت' کہ صحابہ کی اجتماعیت، کہ ان کی اجتماعیت کی بنیاد کیا؟ کہ ان کی اجتماعیت کی بنیاد کلمہ۔ کلمہ کی بنیاد پر مجتمع ہو گئے۔ اپنی اجتماعیت انہوں نے کلمہ کی بنیاد پر رکھی۔ کلمہ کے نام پر، کلمہ کے تقاضہ پر یہ سب جمع ہیں۔ تو ان کی اجتماعیت کلمہ کی وجہ سے ہے۔ اس کلمہ کی وجہ سے جو ان میں اجتماعیت ہوئی اس سے کیا ہوا؟ تو پھر ان کی طاعت، ان کا ایک مشورہ سے کام کرنا، کہ انہوں نے کس طرح اطاعت کی امیروں کی اور کس طرح آپس کے مشوروں سے کام کرتے تھے، اور مشورہ لیتے تھے مشورہ دیتے تھے۔ حضور ﷺ بھی مشورہ دیتے تھے' مشورہ لیتے تھے۔ مشورے واطاعت۔ **ان کی معاشرت' ان کا رہن سہن کیسا؟ جی ہاں! اس میں ساری چیزیں ہیں: مسلمانوں کے عیبوں پر پردہ ڈالنا وغیرہ سب' یہ سب اس میں ہے۔**

''معاشرت'' **کیوں کہ کام معاشرت سے بڑھتا ہے۔** ''معاشرت'' یعنی دوسروں کے ساتھ ہمارا رہن سہن صحیح ہو جائے۔ اس کو معاشرت کہتے ہیں۔ ہمارا رہن سہن دوسروں کے ساتھ' کیسا؟ کہ صحیح۔ اسلام میں معاشرت کی بنیاد احسان پر ہے۔ یہ علماء نے کہا کہ ہماری معاشرت' ہمارا رہن سہن احسان پر ہے یعنی ہم' لوگوں پر احسان کریں گے۔ ہم لوگوں کو اپنی طرف سے فائدہ پہنچاویں گے ان سے فائدہ کی کوئی امید نہیں رکھیں گے۔ یہ ہماری معاشرت ہے' کہ اسلامی معاشرت' کہ اس کی بنیاد احسان پر ہے۔ اللہ نے احسان کرنے کا حکم دیا، کہ

احسان کرو! اپنا جان مال اپنے دین پر بھی لگاؤ، اور اللہ کی مخلوق پر بھی لگاؤ، اللہ کی مخلوق پر احسان کرو۔ جب احسان کرو گے تو وہ تمہارے بھائی ہو جائیں گے، تمہارے بھائی ہو جائیں گے احسان کی وجہ سے۔ ان کے دلوں کی کدورتیں نکل جائیں گی احسان کرنے کی وجہ سے۔ حضور ﷺ احسان کرتے تھے اد شمنوں کے ساتھ بھی، اپنوں کے ساتھ بھی۔ ہاں! تو یہ معاشرت بتائی ہے دوسری جلد میں۔ پوری معاشرت بتائی ہے حضور ﷺ کی معاشرت اپنے بیویوں کے ساتھ کیسی تھی؟ گھروں میں کیسی تھی۔ یہ اسی پر یہ دوسری جلد ختم ہو جاتی ہے 'معاشرت پر کیوں کہ معاشرت جو ہے وہ بنیاد بن جاتی ہے۔ جب مسلمانوں کی معاشرت صحیح ہو جائے گی تو غیر اس معاشرت میں آئیں گے۔ اور اب' ابھی؟ کہ غیر نہیں آئیں گے۔ کیوں کہ ان کی (مسلمانوں کی) اپنی معاشرت صحیح نہیں ہے، ان کا اپنا رہن سہن صحیح نہیں ہے۔

وہاں کلکتہ میں ایک مولانا تھے۔ مجھے ان کا نام بھی یاد ہے' تو وہ عصر کے بعد ترجمہ کرتے تھے قرآن شریف کا' تفسیر کرتے تھے۔ بہت لوگ بیٹھتے تھے۔ ایک ڈاکٹر تھے غیر مسلم بہت سمجھدار' وہ بھی آوے' وہ ترجمہ میں بیٹھے۔ اور سنے قران شریف کی تفسیر' وہ عالم تھے' اور وہ بہت متاثر ہوتا وہ ڈاکٹر' غیر مسلم۔ ایک دن اس نے مولانا صاحب سے کہا کہ مولانا صاحب! یہ باتیں میں سنتا ہوں' سیدھے میرے دل پر جاتی ہیں۔ اللہ کی بات ہے نا؟۔ کوئی انکار دل میں نہیں رہتا۔ مگر اگر میں ان باتوں کو قبول کروں' تو میں رہوں گا کہاں؟...... جی ہاں! کیوں؟ کہ ان باتوں کے لئے باہر کوئی ماحول ہے ہی نہیں۔ تو ان باتوں کو لے کر میں رہوں گا کہاں؟ یہ معاشرت کی شکایت ہے کہ مسلمانوں کا معاشرہ اس کتاب کے مطابق نہیں ہے۔ مسلمانوں کا ماحول اس کے مطابق نہیں ہے' میں کن میں رہوں گا؟ جب میں ایمان لاؤں گا تو میری قوم تو مجھے رکھے گی نہیں اور ان (مسلمانوں) میں یہ بات ہے نہیں تو میں کہاں جاؤں گا؟ یہ ہے۔ ہماری محنت کا سب سے بڑا اثر معاشرت پر پڑتا ہے۔ اگر یہ محنت صحیح ہوگی تو مسلمانوں کی معاشرت صحیح ہوگی' ان کا آپس کا رہن سہن بھائی چارے والا ہوگا۔

نبوت کی محنت جو ہے لوگوں کو بھائی بناتی ہے اور خدا کا بندہ بناتی ہے۔ یہ دو صفتیں پیدا ہوتی ہیں اس

محنت سے، خدا کے تو بندے بن جائیں گے اور آپس کے بھائی بن جائیں گے۔ یہ نبوت کی محنت کا یہ اثر ہے کہ **تم اللہ کے بندے بنو۔ اللہ جو کہے وہ کرو اور آپس میں بھائی بنو۔** یہ حضور ﷺ کی دعوت تھی مستقل الفاظ میں ہے۔ **کونوا عباداللہ اخوانا** : کہ تم اللہ کے بندے رہو اور آپس کے بھائی رہو۔ یہی آپ کی دعوت تھی، یہی آپ کی تعلیم تھی، یہی تربیت آپ کی تھی۔ اسلئے انصار کی دشمنیاں ختم ہوگئیں اور وہ آپس میں بھائی ہوگئے۔ مہاجرین انصار سب بھائی ہوگئے۔ **رحماء بینھم** ایک دوسرے پر رحم کرنے والے۔ کیوں؟ کہ دعوت کا یہ اصلی اثر ہے: جس طرح بارش کا پانی زمین کو نرم کرتا ہے اس طرح یہ دعوت اور تعلیم جو حضور ﷺ کی ہے نا! وہ دلوں کو نرم کردے گی ہے۔ ان کے دلوں کے اندر کا جو کھوٹ ہے نا؟ کہ وہ کھوٹ نکل جائے گا۔ پھر ان میں ایمان ویقین، ہمدردی وتعاون ...... کہ اس سے پیدا ہوتی ہے معاشرت۔ پھر لوگ اس معاشرت کی طرف کھینچے چلے آئیں گے، جیسے ٹھنڈے سایہ دار درخت کے نیچے جنگل میں چلنے والا آدمی جو گرمی میں جھلس رہا ہے وہ اس درخت کے نیچے آجاتا ہے کہ چلو! یہاں ٹھنڈک ہے۔ ایسے اس معاشرہ میں لوگ آجائیں گے۔ معاشرہ بنتا ہے اس سے، یہ تو بہت صاف اور صریح بات ہے،

مولانا علی میاں صاحب نے دینی دعوت میں لکھا ہے: **مولانا الیاس صاحب کا یہ نظریہ کہ معاشرت مقدم ہے حکومت سے۔** مسلمانوں کو حکومت ملے تو کام نہیں ہوگا۔ لیکن مسلمانوں کی معاشرت اسلامی ہوگئی تو دین پھیل جائے گا، کہ معاشرت مقدم ہے سیاست سے بھی، کہ ان کا معاشرہ، ان کا ماحول پاکیزہ ہو جاوے تو لوگوں کو کوئی اعتراض نہیں رہ جاوے گا، دنیا والوں کو، وہ ان کے ماحول میں آکر کے دیکھیں گے کہ یہاں کا سکون ہے۔ ان کا تاجر سچا، ان کا مزدور بھی سچا، ان کا ہر ایک سچا۔ تو پھر کون انکار کرے گا؟

''معاشرہ''۔ مولانا یوسفؒ اس کی مثال دیتے تھے کہ مدینہ منورہ کا معاشرہ، کہ مدینہ منورہ کا معاشرہ کیسا تھا؟ فرمایا: مدینہ منورہ کا معاشرہ ایسا تھا، ایک مثال سمجھایا، **کہ اگر مان لو کہ مدینہ منورہ آبادی دس ہزار کی ہے، دس ہزار مسلمان۔ ایک مسلمان بیمار ہوگیا، تو فرماتے تھے کہ وہ ایک بیمار ہے اور نو ہزار نوسو ننانوے اس کی تیمارداری کرنے والے ہیں۔** ایک بیمار ہے، اور تیمارداری کرنے والے؟ نو ہزار نوسو ننانوے۔ یہ مسلمانوں کا

معاشرہ ہے۔ جی ہاں! یہی ہمارے سامنے نہیں ہے' یہ پہلو نہیں ہے۔ **مسجد کی آبادی کا پہلو ہے کہ مسجد آباد کریں۔ ٹھیک ہے۔ تو مسجد کی آبادی زندگی کو برباد کرنے کے لئے ہے یا زندگی بنانے کے لئے ہے؟** کہ مسجد کے راستہ سے جو معاشرہ ہوگا وہی ہوگا۔ یہ پہلو دوسرا مولانا کھولتے تھے۔ کہ تمہارا یہ پہلو کیسا ہونا چاہئے؟ کہ جب مسجد آباد ہوگی تو مسجد کو آباد کرنے والے تو مؤمن ہی ہوں گے' کہ مومنوں کا معاشرہ یہ ہوگا۔ ایک آدمی ان کا بیمار ہوگیا ہے تو نو ہزار نو سو ننانوے جو ہیں نا؟ وہ اس کی تیمارداری کرنے والے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں' الگ نہیں ہیں وہ۔ وہ ایک ہی ہیں سب۔ **مسجد کے بھی وہی ہیں' تیمارداری کے بھی وہی ہیں' اللہ کے راستے میں جانے والے بھی وہی ہیں۔ سب وہی ہیں۔ یہ ان کا معاشرہ ہے۔** تو سارے پہلو ہیں یہ۔ اور ان ہی کے بتائے ہوئے ہیں' میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ ہاں! اس لئے اپنے کام میں' کہ

اپنے کام میں **اعتدال رکھنا ہے تاکہ یہ ساری خوبیاں پیدا ہو جاویں۔** جی ہاں! ناقص چیز کوئی نہیں خریدتا' پوری کامل چیز خریدتے ہیں۔ ہماری عبادت بھی ہے، اطاعت بھی ہے، قربانی بھی ہے، معاشرت بھی ہے یہ سب ٹھیک ہے تب تو کام صحیح ہوگا۔ نہیں تو یہ فریق بن کر کریں گے تو کیسے صحیح ہوگا؟ یہ تو اپنوں کو بھی اپنا نہ سکے تو غیروں کو کیسے اپنا سکیں گے؟ ہاں۔ میں نے کہا کہ نبوت کی محنت سے لوگ بھائی ہوتے ہیں اور خدا کے بندے بن جاتے ہیں۔ اس لئے پھر ان کے معاملہ میں کوئی خلجان نہیں ہوتا کہ ان کے ماحول میں مال جان آبرو سب محفوظ۔ کیوں؟ یہ تو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اسلئے کسی کے مال، آبرو پر ہاتھ نہیں ڈالیں گے، کسی کی چیز پر ہاتھ نہیں ڈالیں گے۔ کیوں؟ کہ ان کو اللہ کا ڈر ہے۔ یہ تو ہماری خوبی ہے کہ ہمارے اندر اللہ کا ڈر ہے۔ یہ غیروں میں نہیں ہے۔ ان کی غرضیں ہیں۔ ہمارے ہاں تقوی ہے۔ اس لئے ہمیں مال پر بٹھاؤ تو بھی ہم ایسے ہی رہیں گے، عہدہ پر رکھو تو ہم ایسے ہی رہیں گے کیونکہ ہم اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ سمجھ میں آئی دوستو بات؟

تو یہ معاشرت ہے ہماری۔ ایک محنت دی ہے مسجدوں کے راستہ سے' محنت کے راستہ سے اس سے یہ معاشرت بنے تب تو یہ ٹھیک رہے گا۔ اس طرح سارے پہلو پر ایک جامع چیز ہے یہ۔ باغ کی طرح سے اس میں ہر قسم کے پھول ہیں ہر قسم کے پھل ہیں ان کو پانی کی ضرورت ہے جب یہ پانی ہوگا تو بس یہ سب چیزیں

اپنی اصلیت بتائیں گی۔نہیں توجب معاشرہ ہی پھٹ گیا تو وہ محنت پھٹ جائے گی۔اور مدد بھی نہیں آئے گی۔ کیوں کہ یہ پھٹے ہوئے ہیں۔اللہ کی مدد جماعت پر ہوتی ہے **یداللہ علی الجماعة** کہ اللہ کی مدد کس پر؟ کہ اجتماعیت پر۔کہ اجتماعیت ہوتی ہے تو پھر مدد ہوتی ہے۔جب اجتماعیت ختم ہوگئی تو میں نے کہا نہیں ہے کہ ایک بالشت زمین بھی فتح نہیں ہوئی چار سال میں۔کہ ان کی اجتماعیت پھٹ گئی۔جی ہاں!

یہ تو ہماری تاریخ میں ہے۔تو سارے پہلو دیکھنے ہیں اور اللہ سے دعاء مانگنی ہے کہ یہ سارے پہلو اللہ اس کام سے زندہ کرے۔تو تو پھر ہم سب کو لے کر چلیں گے اور سب ہم کو ساتھ بھی دیں گے۔کیوں کہ خیر کا ہر ایک ساتھ دے گا۔میٹھے پانی پر ہر کوئی جائے گا۔ہر جانور میٹھے پانی پر جاتا ہے پیاسا ہو کر کے۔تو ایسے جب یہ میٹھے پانی کی طرح ہوا (بارش کی طرح) تو سب کی ضرورت کی چیز ہوگی سب اس میں اپنی کامیابی اس میں سمجھیں گے۔جو نہیں کر سکیں گے وہ ندامت بھی کریں گے کہ ہمیں یہ طریقہ نہیں ملا۔اس لئے میرے دوستو!اس کے سارے پہلو پر نگاہ کا نام تو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے اس کام کے لئے۔

اور آپ کو پیش رفت دی ہے' پیش رفت یعنی آگے بڑھایا ہے' یہ نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیش رفت دی ہے یعنی آگے بڑھایا ہے۔آپ کی نگاہوں کے سامنے یہی چیز ہونی چاہئے کہ ہماری تو یہ ساری چیزیں مل کر کے دین بنتا ہے۔اور یہ ساری چیزیں مل کر کے محنت بنتی ہے اور پھر یہ محنت سے یہ معاشرہ تیار ہوگا۔حضرت جی ؒ نے جیسے محنت بتائی ہے معاشرہ بھی بتایا ہے۔پھر اس معاشرہ میں جو لوگ رہیں گے ان میں کیا صفتیں پیدا ہوں گی وہ تیسری جلد میں ہے: چھ نمبر ہے اس میں کہ یہ صفتیں مسلمانوں میں پیدا ہوئیں ایمان کی یقین کی تقویٰ کی اخلاص کی پھر اس پر اللہ کی کیا غیبی مددیں آئیں وہ آخر میں ہے کتاب اس پر ختم ہوئی ہے۔اس پوری کتاب میں یہ ہے کہ اللہ کی غیبی مدد کے اسباب کیا ہیں؟اس پر کتاب ختم ہوئی ہے۔مشین کے پرزوں کی طرح ایک پرزہ دوسرے پرزہ سے ملا ہوا ہے۔پوری مشین۔کہ اس مشین کی یہ تاثیر ہے کہ غیبی مددیں آئیں گی تو غیبی مددوں کا ذکر آخر میں ہے کہ یہ چیز یہ زندگی ہوئی کہ اس پر اللہ نے غیبی مدد دے دی کہ پانی میں بھی راستے ہو گئے اور درندوں نے بھی راستے بتا دئے' اور زہر بھی کھالیا تو کچھ نہ ہوا۔یہ سب۔کہ

غیبی مددیں آئیں۔ کہ یہ پوری زندگی دی ہے۔ جی ہاں! اس میں ہم اپنے نادانی سے توڑ پھوڑ نہ کریں۔ جتنا ہو جاوے اللہ کا شکر کریں اور آگے کی توفیق مانگیں۔ جی ہاں! آگے چلتا رہے اور آگے بڑھتا رہے۔ اللہ تعالی امت کی صلاحیتوں کو اس پر لگاوے۔ امت میں صلاحیتیں ہیں' کیوں کہ امت کو اللہ نے اس کام کے لئے پیدا کیا ہے کہ تو صلاحیتیں دی ہیں' امت میں صلاحیتیں ہیں' تو ان صلاحیتوں کو لگنے کا یہ راستہ ہے کہ درمیانہ پن آوے' ساری چیزیں دیکھ کے چلنا۔ اور دکھا کے چلنا۔ اور برتاؤ میں' عمل میں آوے۔ جی ہاں! کہ اب ٹھیک ہوگیا۔

اور حضرت عمرؓ کی بات میں اس لئے کہہ رہا تھا کہ ایک طرف تو لوگ سختی کی شکایت کر رہے تھے' کہ وہ سخت ہیں لیکن جب دین کے اعتبار سے ان کا برتاؤ دیکھا دین کے کاموں میں' کہ حقدار کو حق پہنچ رہا ہے کہ بس! پھر لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا ہوگئی۔ اس لئے ان کی جدائیگی بہت شاق گذری لوگوں پر۔ ان کی موت' کہ ان کی موت سے کھانا بند ہوگیا لوگوں کا۔ لوگ رو رہے ہیں۔ کیوں کہ وہ (محبت) ڈالی گئی ہے کیوں کہ وہ ساری چیزوں کو لیکر چلنے والے ہیں۔

تو ہمیں اللہ نے ایک نعمت دی ہے' اللہ کرے کہ ہمیں اس کی سمجھ ملے۔ اللہ سے اس کی سمجھ بھی مانگنی ہے اور اللہ سے اس کی قبولیت بھی مانگنی ہے۔ جی ہاں! تا کہ وہ معاشرہ ہمارا بنے' اس معاشرے میں جو آوے وہ ہمارا بن جاوے۔ اس معاشرے میں جو آوے وہ ہمارا بن جاوے۔ ہاں! تو اس کو چھوڑ کر لوگ کہاں جاویں گے؟ حضور ﷺ کے پاس جو آتا تھا' وہ آپ سے جدا ہونا نہیں چاہتا تھا۔ کہ میں جدا ہو کر کہاں جاؤں گا؟ کہ زید بن حارثہؓ ان کو تو غلام بنایا تھا۔ پھر ان کے باپ لینے کے لئے آئے' تو وہ گئے ہی نہیں۔ کہ کیا غلام بنو گے؟ غلامی میں رہو گے؟ کہ ہاں! میں تو یہیں رہوں گا۔ نہیں گئے۔ شہید ہوئے موتہ میں۔ گئے ہی نہیں آخر تک۔ کیوں کہ حضور ﷺ کا معاشرہ ہے۔ حضور ﷺ کا ماحول ہے' آپ کا برتاؤ ہے۔ وہ حضور ﷺ چھوڑ کے گئے ہیں' وہ اصلی دعوت ہے۔ وہ اصلی دعوت ہے۔ کہ اس محنت سے معاشرہ پیدا ہوگا' پھر جو اس میں آئے گا وہ نہیں جائے گا۔ اللہ تعالی مجھے بھی توفیق عطا فرمائے' آپ کو بھی توفیق عطا فرمائے۔